اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹس

ایک جائزہ

حافظ محمد عبدالرحمٰن ثانی

اسلامی نظریاتی کونسل کی ذمہ داریوں ، کارکردگی اور کاوشوں سے عدم واقفیت کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ اس کونسل کا فائدہ کیا ہے؟......اور اب تک اس نے کون سا ایسا کام کیا ہے جو ملک وقوم کے مفاد میں ہو یہ تو ہمیشہ اختلافی مسائل پر ہی رائے زنی کرتی ہے ......وغیرہ وغیرہ۔

۱۹۸۸ میں اسلامی نظریاتی کونسل نے ملکی معیشت سے سود کے خاتمہ کے لئے ایک جامع رپورٹ مرتب کر کے حکومت کو پیش کی۔اس رپورٹ میں سودی نظام کے خاتمہ کے لئے جو اقدامات تجویز کئے گئے ان میں سے بیشتر پر اسلامک بینکنگ سیکٹر نے عمل پیرا ہو کر اسلامی بینکاری کی بنیاد رکھی اور آج اسلامی بینکاری تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہی ہے......ذیل میں اس رپورٹ کا کچھ حصہ پیش خدمت ہے اس کے دیگر حصے انشاء اللہ قسط وار پیش کئے جائیں گے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کونسل نے اپنے حصے کا کام کس خوش اسلوبی سے اور کتنا پہلے کر کے دے دیا تھا ،اس رپورٹ کی بعض جزئیات پر پرائیویٹ سیکٹر میں عمل درآمد ہوا ، اگر اس کی کامل تنفید اسمبلی کے ذریعہ ہو جاتی تو نتائج بہت ہی مفید ہوتے......

پاکستان کی مسلم عوام ،عوامی جماعتیں اور بالخصوص مذہبی جماعتیں اگر ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی واقعتاً حامی ہیں تو یہ ان کا فرض ہے کہ وہ کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کے لئے اپنا اثر ورسوخ اور پارلیمانی قوت صرف کریں ،اور ان قوانین میں اسمبلیوں سے ترامیم کروائیں جن کی نشاندہی کونسل کر چکی ہے اور جن کا متبادل بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ ساری ترامیم قوانین کو اسلام کی روح کے مطابق بنانے ہی کے لئے ہیں اور اگر یہ ہو جائیں تو نفاذِ اسلام کا کام بہت حد تک ہو جائے گا............

☆ہر کہ با دانش وتمیز بود ☆ فرض در غسل او سہ چیز بود☆

بلاسود بنکاری

مسائل، مشکلات اور ان کے حل کی تدابیر

اسلام میں سود کی ممانعت

قرآن مجید میں ربٰو کو صراحت اور شدت کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے۔ ہر مکتبہ فکر کے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ربا سود کی جملہ اشکال اور اقسام پر محیط ہے۔ کلام پاک میں جس شدومد کے ساتھ ربا کی معانعت کی گئی ہے اور سودخوروں کے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ربا کا وجود اسلام کی روح کے بالکل منافی ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

الذین یاکلون الربوٰ لایقومون الا کمایقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس ذلک بانهم قالوا انماالبیع مثل الربوٰ واحل الله البیع وحرم الربوٰافمن جآء ہ موعظة من ربه فانتهی فله ماسلف وامره الی الله ومن عاد فاولئک اصحب النارهم فیهاخٰلدون یمحق الله الربوٰ ویربی الصدقت والله لایحب کل کفار اثیم (سورۃ البقرہ آیات ۲۷۵، ۲۷۶)

ترجمہ: (جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہونگے (روز قیامت) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر، یہ اس لئے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ تعالی نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور باز آگیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو شخص پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالی سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالی پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے (اور کسی گناہ کے کام کرنے والے کو۔)

اس سورۃ کی اگلی آیات میں سود کی حرمت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

یاایها الذین آمنوا اتقوا الله وذروا مابقی من الربوٰ ان کنتم مؤمنین ہ فان لم تفعلوا فاذنوا

بحرب من الله ورسوله وان تبتم فلكم رؤوس اموالكم لاتظلمون ولاتظلمون (سورۃ البقرہ آیات ۲۷۸،۲۷۹)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرواور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو پھر اگر تم اس پرعمل نہ کرو گے تو اعلان سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اور اگر تم توبہ کرلو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال (اصل زر) مل جائیں گے۔ نہ تم کسی پرظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔)

ا۔۲ مندرجہ بالا آیات کریمہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جنگ کی تنبیہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سودی کاروبار ظلم اور استیصال سے پاک ،اس عادلانہ سماجی اور معاشی نظام کی نفی ہے جس کا تصور اسلام پیش کرتا ہے یمحق الله الربو ویربی الصدقت سے اس جہت کا تعین ہوتا ہے جس کی اسلام ہمت افزائی کرتا ہے۔یعنی دولت امیروں سے غریبوں کی طرف صدقات کی صورت میں جانی چاہئے (نہ کہ اس کے برعکس غریبوں سے امیروں کی طرف سود کے ذریعہ)

ا۔۳ صرفی ضروریات کے قرضوں پرممانعت سود کی عقلی توجیہ بالکل واضح ہے۔ایسے قرضے زیادہ تر پریشان حال لوگ لیتے ہیں تا کہ ان کی ایسی فوری اور شدید ضروریات پوری ہوسکیں جن کے لئے ان کے پاس ذاتی وسائل موجود نہیں۔انسانیت اوراخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے سود لے کر انھیں مزید زیر بار نہ کیا جائے البتہ جہاں تک پیدا آوری ضروریات کے قرضوں پر سود لینے کا معاملہ ہے تو اسلام نے اس کی ممانعت اپنے معاشرتی فلسفہ کے پیش نظر کی ہے۔جس کا بنیادی اصول معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنا ہے۔تجارت میں نفع ہمیشہ اور ہرصورت میں یقینی نہیں ہوتا۔کسی تاجر یا کاروباری شخص کو پہلے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کاروبار میں آخر کار نفع ہوگا یا نقصان اور یہ کہ کم ہوگا یا زیادہ ۔ایسی صورت میں یہ صریح زیادتی ہوگی کہ جو فریق روپیہ فراہم کررہا ہے اس کا نفع پہلے یقینی ہوجائے اور جو فریق اپنی جان کھپارہا ہے اسے انجام بھگتنے کے لئے تنہا چھوڑ دیا جائے۔پھر اس کے برعکس ایک اورصورتحال بھی ہے اور وہ یہ کہ اگر صاحب مال کا نفع سود کی حیثیت میں پہلے سے مقرر کردیا جائے لیکن نفع بے حد وحساب ہو تو ایسی صورت میں نفع کا بیشتر حصہ کاروباری فریق لے جائے گا۔اور اصحاب اموال کو سود کی شکل میں پہلے سے متعین محدود نفع پر اکتفا کرنا ہوگا۔

اسلام میں نفع ونقصان میں منصفانہ حصہ داری کی حوصلہ افزائی

۱۔۱۴ اسلام صاحب مال اور کاروباری فریق میں جس نوعیت کا تعلق پیدا کرتا ہے اس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ اگر کاروبار میں نفع ہوتو تمام فریق منصفانہ طور سے اس کے حصہ دار ہیں اور اگر خسارہ ہوتو اس میں بھی سب اسی طرح شریک ہوں جس طرح نفع میں قرآن پاک میں ارشاد ہے،

یآیھاالذین امنو الاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولاتقتلوا انفسکم (سورۃ النسا، آیت نمبر ۲۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن اگر کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہوتو مضائقہ نہیں۔

یہ آیت واضح طور سے بتاتی ہے کہ کسی دوسرے شخص کا مال ناجائز طریقے جیسے سود، قمار یا دھوکہ دہی سے ہتھیانا حرام ہے اس کے برعکس باہمی رضامندی اور منصفانہ معاملے کے ذریعے ایک دوسرے کے مال ودولت سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے۔

کاروبار کا لازمی عنصر یہ ہے کہ اس میں جو سرمایہ لگایا جاتا ہے اس پر منافع کا انحصار کاروبار کی عملی کارکردگی پر ہوتا ہے۔ اگر اس اصول کا اطلاق کاروبار کے جدید طریقوں اور سرمایہ کاری پر کیا جائے تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ بنکوں کے موجودہ طریق کار کو از سرنو منظم کیا جائے اور سود کے بجائے نفع ونقصان میں شرکت کا اصول اختیار کیا جائے۔ نفع ونقصان میں شرکت کے اصول پر بنک اور دیگر مالیاتی ادارے، کاروبار میں جو سرمایہ لگائیں گے اس پر انہیں مقررہ شرح سے سود نہیں ملے گا بلکہ وہ اس ادارے کے نفع ونقصان میں حصہ دار ہوں گے جسے مالی وسائل فراہم کریں گے۔ اس طرح جو لوگ اپنی بچتیں کسی خاص مدت کے لئے بنکوں اور دیگر مالیاتی اداروں میں جمع کروائیں گے وہ بنک کے نفع ونقصان میں شریک ہوں گے۔ مقررہ شرح سے سود کے بجائے نفع ونقصان میں شرکت کا اصول رائج کرنے کے نتائج بہت دوررس ہوں گے اور اگر اس اصول پر کامیابی سے عمل ہوتو اس سے معاشرتی عدل کے قیام میں مدد ملے گی جو ہر اسلامی معاشرے کا اولین اور بنیادی مقصد ہے۔

۱۔۱۵ اگرچہ اسلامی شریعت کی رو سے نفع ونقصان میں شرکت کے جواز اور سودی نظام کے لوازمات کے مکروہ ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں لیکن اس کے باوجود بہت سے لوگ متعدد اسباب کی بناء پر بحالات

موجودہ نفع ونقصان میں شرکت کے اصول کی کامیابی کے بارے میں بہت سے شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہیں۔ان کے اس تردد کی چند وجوہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔۶ نفع ونقصان میں شرکت کے نظام کی کامیابی کے لئے ضروری ہے بنک یا کسی اور مالی ادارے سے جو کاروباری ادارہ بھی سرمایہ حاصل کرے وہ دیانتداری کے ساتھ اور مناسب طریق سے کھاتے بنائے۔تاکہ کاروبار کی کارکردگی کا صحیح نقشہ واضح ہوسکے۔اس وقت صورتحال یہ ہے کہ زیادہ تر کاروباری ادارے یا تو سرے سے حساب کتاب ہی نہیں رکھتے یا غلط طریقہ پر رکھتے ہیں اور یا پھر بیک وقت کئی کئی کھاتے رکھتے ہیں۔جو مختلف مقاصد کے لئے مختلف ہوتے ہیں۔حتی کہ کمپنیوں تک کے حسابات میں بھی جن کی پڑتال چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کرتے ہیں،کاروبار کی حقیقی کارکردگی ظاہر نہیں ہوتی۔کیونکہ یہ ادارے نفع کو گھٹا کر اور نقصان کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور بعض اوقات تو فرضی خسارے دکھا دیتے ہیں جن طریقوں سے یہ ہیر پھیر کیا جاتا ہے ان میں بعض کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سال کے شروع میں مال کی قیمت بڑھتی ہوئی دکھاتے ہیں اور اختتام سال پر مال کی قیمت کم دکھاتے ہیں۔

(۲) اثاثوں کی قیمت خوب بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں تاکہ فرسودگی کی مد میں زیادہ رقم منہا ہوسکے اور اس طرح نفع کی مد میں یا تو کچھ ظاہر نہ ہو یا پھر نفع کم ہو جائے۔

(۳) ڈائریکٹروں کے مشاہرے اور اجرتیں بہت زیادہ دکھائی جاتی ہیں اور یہ حضرات اکثر صورتوں میں کاروبار کرنے والوں کے عزیز واقارب ہی ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں حسابات کی جانچ پڑتال سے نفع ونقصان کا صحیح اندازہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔کیونکہ پڑتال کنندہ حضرات اصول اور قانونی قواعد وضوابط کی پابندی کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔اس لئے انہیں اس سے غرض نہیں ہوتی کہ کھاتوں میں مصارف کے اندراجات درست ہیں یا غلط۔

ا۔۷ آج کل یہ سارا ہیر پھیر ٹیکس سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے۔اس سلسلہ میں تاجر حضرات یہ دلیل دیتے ہیں کہ وہ ٹیکس وصول کرنے والے اداروں میں پھیلی ہوئی بدعنوانیوں کی وجہ سے دو کھاتے رکھنے پر مجبور ہیں۔صورت جو بھی ہو اس وقت ہمارا جو اخلاقی معیار ہے اس کے پیش نظر اگر نفع ونقصان میں حصہ داری کا نظام نافذ کر دیا گیا اور بنکوں اور مالی اداروں نے اس نظام کو اپنا لیا تو کھاتہ داروں کی

یہ بدعنوانیاں اور بھی زیادہ ہو جائیں گی۔بلکہ عین ممکن ہے کہ ان مالیاتی اداروں کے افسران اورکاروباری حضرت ملی بھگت کرلیں۔کیونکہ اس وقت بھی ان اداروں میں بہت سی بدعنوانیاں بیان کی جاتی ہیں۔نفع ونقصان کی تقسیم میں اس ناجائز آمدنی کے حصول کے مواقع زیادہ وسیع ہوں گے۔اس لئے اندیشہ یہ ہے کہ ملی بھگت کرنے کی تحریک زیادہ ہو جائے گی۔

سود کے خاتمہ کی دیگر ممکنہ صورتیں

ا۔۸مندرجہ بالاوجوہات کے پیش نظر کونسل نے سود کی جگہ بعض دوسری تدابیر پر بھی غور کیا جو شریعت کے مطابق معلوم ہوتی ہیں۔یہ تدابیر حسب ذیل ہیں۔

(الف)حق الخدمت (سروس چارج)

ا۔۹اگر سود کی جگہ سروس چارج عائد کردیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ مالی ادارے اپنی قرض دی ہوئی رقم پوری کی پوری واپس لیں اور اوپر سے اتنے پیسے مزید لیں جن سے ان کے حقیقی انتظامی اخراجات پورے ہوسکیں،کونسل کے نزدیک یہ تدبیر اپنی ظاہری شکل میں تو شاید شریعت کے تقاضے پورے کرتی ہو لیکن اسلام کی روح کے مطابق نہیں اور معاشی نقطہ نظر سے بھی ناقابل قبول معلوم ہوتی ہے اس کے چند اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا)اسلام سود کو حرام قرار دیتا ہے لیکن سرمایہ پر نفع کو حرام نہیں قرار دیتا۔اگر کسی مالی ادارے کے لئے یہ ممکن ہو کہ وہ نفع ونقصان کی بنیاد پر مال فراہم کرے یا کسی اور ایسی بنیاد پر مال لگائے جس کو شریعت نے جائز قرار دیا ہو تو ایسی صورت میں اس کو ایسا کاروبار کرنے سے شرعاً کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا۔

(ب)سود ختم کرکے سروس چارج عائد کردیا جائے تو یہ درحقیقت وسائل سرمایہ کو ارزاں نرخ پر فراہم کرنے کے مترادف ہوگا۔ایک ایسی معیشت میں جو سرمایہ کی قلت کا شکار ہو،تخصیص کارکردگی کے نقطہ نظر سے اس کے نتائج سنگین ہوں گے۔

(ج)اس طرح مالی اداروں کو اتنی ہی آمدنی ہوگی جتنی ان کے انتظامی مصارف کے لئے ضروری ہے۔پھر کھاتے داروں کو بھی کوئی منافع نہیں مل سکے گا۔جب سرمایہ حصص پر منافع نہ ملے گا تو نجی شعبے میں ایسے اداروں کے قیام کا کوئی محرک نہ رہے گا۔اور جب پس انداز کرنے والوں کو بھی کچھ حاصل نہ ہوگا تو اس کا اثر بنکوں میں جمع کی جانے والی رقوم پہ پڑے گا۔صرف معمولی سا فائدہ جو لوگوں کو بنکوں

سے حاصل ہوگا وہ یہ ہوگا کہ ان کا روپیہ یہاں محفوظ رہے اور بنک کاری کی ضمنی سہولتیں مل جائیں جب جمع کی جانے والی رقوم پر برا اثر پڑیگا تو لامحالہ یہ نتیجہ نکلے گا کہ یا تو مالیاتی ادارے قرض دینا کم کردیں گے یا اپنے وسائل کے لئے مرکزی بنک کے دست نگر ہو جائیں گے۔اگر قرض دینا کم کردیں گے تو اس طرح معاشی ترقی کی رفتار سست پڑ جائے گی اور اگر مرکزی بنک پر انحصار کریں گے تو اس طرح معیشت میں دولت کی افزائش و فراوانی سے افراط زر میں اضافہ ہو جائے گا۔

(د)اگر سود کی جگہ عام طور پر نفع ونقصان میں حصہ داری نے لے لی تو مرکزی بنک قرض کو منضبط رکھنے کے لئے جس طرح مرکزی شرح سود یا کٹوتی کی شرح کے طریق کار کو متعین کرنے کا اختیار استعمال کرتا ہے اسی طرح نفع ونقصان میں حصہ داری کے تناسب کا تعین اوراس میں ردوبدل کے اختیار کو بروئے کار لایا کرے گا۔لیکن اگر سود کی جگہ حق الخدمت نے لے لی تو پھر قرض کو منضبط رکھنے کی تدبیر کرنے کے اختیار سے مرکزی بنک کو محروم ہونا پڑے گا۔

(ہ)اس وقت کھاتے داروں کی بڑی تعداد کا تعلق کم آمدنی والے گروپ سے ہے۔ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کی مالی حالت سقیم ہے۔جیسے پنشن یافتہ لوگ ،بیوائیں،یتیم وغیرہ۔یہ لوگ اپنی پس اندازی ہوئی رقم حفاظت اور یقینی آمدنی دونوں فائدے حاصل کرنے کے لئے بنک میں جمع کراتے ہیں۔اس کے برعکس جولوگ بنک سے قرض لیتے ہیں وہ عام طور سے باحیثیت کاروباری لوگ ہیں۔اب اگر ان کو حق الخدمت لے کر چھوڑ دیا گیا تو ان کا تو سراسر فائدہ ہو جائے گا۔لیکن سقیم حالت کے کھاتے داروں کو گھاٹا ہو جائے گا۔اس سے تقسیم دولت کا نظام مزید بگاڑ کا شکار ہو جائے گا۔یہ ایسی صورت ہے جو اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

(ب)امانتوں اور قرضوں کا اشاریہ

۱۔۰ ااس نظام کے تحت کسی قرض دار پر بنک کی جو رقم واجب الادا ہوگی اسے روپیہ کی اس وقت کی قیمت کے مطابق شمار کیا جائے گا جس وقت وہ واجب الادا ہوگی۔اس کا اندازہ قیمتوں کے اس مدت کے اشاریئے سے لگایا جائے گا جس کے دوران یہ رقم واجب الادا رہی ہوگی۔اس طرح بینک اپنے کھاتے داروں کی امانتوں میں زر کی قدر میں تغیر کے باعث ہونے والے نقصان کو بھی پورا کرسکیں گے۔اس قسم کے اشاریئے سے افراط زر کے وقت تو بچتوں میں اضافہ ہوگا۔کیونکہ اس

طرح زر کی قیمت برقرار رہے گی۔لیکن یہ طریقہ بنک کے قرضوں کے معاملے میں کئی مشکلات پیدا کرے گا۔یہ امر مسلمہ ہے افراط زر کے دوران مختلف معاشی شعبوں کی نفع پذیری پر اس کا اثر یکساں نہیں ہوتا۔مثلاً تجربہ شاہد ہے کہ تجارت کے شعبہ میں تو نفع کی شرح بہت بڑھ گئی لیکن صنعتوں کے شعبے میں قیمتوں میں اضافے کے تناسب سے نفع حاصل نہ ہو سکا۔ان حالات میں بنک کے قرضوں کا اشاریہ پیداآوری صلاحیت کو بری طرح متاثر کرسکتا ہے۔اسی طرح زرعی شعبہ بھی متاثر ہوسکتا ہے۔کیونکہ زرعی اجناس کی قیمتیں بیشتر حالات میں حکومت کے زیرکنٹرول رہتی ہیں یا پھران کا تعین بین الاقوامی طلب اوررسد کے عوامل سے ہوتا ہے۔اس طرح اگر زرعی پیداوار کی قیمتوں میں عمومی قیمتوں کے مقابلے میں کم اضافہ ہوا تو قرضوں کا اشاریہ تیار کرنے سے زرعی شعبہ خسارے میں رہے گا نفع میں صرف وہی شعبے رہیں گے جہاں قیمتوں میں اضافہ عمومی قیمتوں کی سطح کے برابر یا ان سے زائد ہوگا۔

جہاں تک کوئی چیز ادھار دینے اور لینے کا تعلق ہے ،شریعت کے مطابق نقدی کی صورت میں لین دین اورجنس کی صورت میں لین دین کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔شریعت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی شے کی جو مقدار ادھار لی گئی ہے وہی مقدار واپس کی جائے خواہ اس عرصے کے دوران اس کی قیمت میں کتنا ہی تغیر واضح ہو چکا ہو۔مثلاً اگر ایک من گندم ادھار لی گئی تو قرض دار کو گندم کی اتنی ہی مقدار واپس کرنی ہوگی خواہ اس کی قیمت تیس روپے سے بڑھ کر پچاس روپے من ہوگئی ہو یا کم ہوکر صرف پندرہ روپے رہ گئی ہو اس طرح اگر نقدی کی کوئی خاص مقدار قرض لی گئی ہو،جیسے ایک ہزار روپیہ ،تو قرض دار کو ایک ہزار روپیہ ہی واپس کرنا ہوگا خواہ اس عرصے میں دوسری اجناس اور خدمات کی نسبت سے روپے کی قیمت میں کتنی ہی تبدیلی آچکی ہو۔

(ج) پٹہ داری (leasing)

ا۔الطویل المیعاد سرمایہ کاری کے لئے پٹہ داری ایک جدید طریقہ ہے جو صنعتی ممالک میں روزافزوں ہے پٹہ داری دو طرح کی ہوتی ہے۔(الف) کامل ادائیگی پٹہ داری (ب) استعمالی پٹہ داری۔کامل ادائیگی پٹہ داری میں پٹہ دینے والا پٹہ دار کو اس کی ضرورت کا اثاثہ خرید کر کرایہ پر دینے کا معاہدہ کرتا ہے۔ملکیت اثاثہ دلانے والے کی رہتی ہے۔لیکن اس پر قبضہ پٹہ دار کا ہوتا ہے اور وہی اسے

استعمال بھی کرتا ہے پٹہ دار پابندی سے اس اثاثے کا کرایہ ادا کرتا رہتا ہے۔قانونا تو اس کا مالک پٹہ دھندہ ہوتا ہے لیکن اس کے استعمال کے جملہ حقوق پٹہ دار کو حاصل ہوتے ہیں۔اور اس کی دیکھ بھال ،مرمت، خدمت اور بیمہ سب پٹہ دار کے ذمہ ہوتی ہے۔کرایہ اس انداز سے مقرر کیا جاتا ہے کہ پٹہ دینے والا پٹہ کی اصلی مدت میں ہی اثاثے کی قیمت مع کچھ نفع کے وصول کرلے۔اور اصلی مدت اتنی ہوتی ہے جتنی کہ اثاثے کی بھرپور عمر۔پٹہ دار کو یہ اختیار بھی ہوتا ہے کہ وہ اثاثے کو ثانوی مدت کے لئے پٹہ پر لے،اس ثانوی مدت میں کرایہ برائے نام سا رہ جاتا ہے۔عموماً پٹے کی کل مدت پانچ سال سے پندرہ سال تک ہوتی ہے۔کیونکہ یہ اثاثہ اتنے ہی عرصہ تک کارآمد ہوتا ہے۔

۱۔۱۲ استعمال پٹہ داری میں اثاثے کو مختصر مدت کے لئے کرایہ پر چلایا جاتا ہے۔کرایہ سے ساری لاگت وصول نہیں ہوتی اس لئے اسے غیر ادائیگی پٹہ داری بھی کہتے ہیں۔چنانچہ بعد میں کسی وقت یا تو سامان بیچ دیا جاتا ہے یا پھر یکے بعد دیگرے اور لوگوں کو کرایہ پر دیا جاتا رہتا ہے۔اور اس طرح اس کی باقی قیمت نکال لی جاتی ہے۔استعمالی پٹہ داری خاص خاص چیزوں تک محدود ہوتی ہے جیسے کمپیوٹر، موٹر کار، فوٹو سٹیٹ مشین اور اسی طرح کی اشیاء۔

۱۔۱۳ پاکستان میں بنک درمیانی اور طویل مدت کے لئے رقوم پٹہ داری کے اصول پر خود بھی فراہم کرسکتے ہیں اور اپنے پٹہ پر دینے والے ذیلی اداروں کی معرفت بھی۔اس طریق کار میں نقصان کا اندیشہ کم ہوگا اور پٹہ کے حساب کتاب کی دیکھ بھال کے جھمیلے میں پڑے بغیر نئے نظام میں بنک کے لئے معقول معاوضہ بھی یقینی ہوجائے گا۔تاہم فی الوقت مروجہ طریقے کے برعکس انشورنس کا خرچ مالک کو برداشت کرنا پڑے گا تاکہ اس طریقے کو شریعت کے اصولوں سے ہم آہنگ بنایا جاسکے۔

سرمایہ کاری بذریعہ نیلام کاری

۱۔۱۴ صنعتی سرمایہ کاری کے سلسلے میں، جو درمیانہ اور طویل مدت کے لئے ہو، سودی قرضوں کے بجائے سرمایہ کاری کے نیلام کا طریق کار بھی قابل غور ہوسکتا ہے۔اس طریق کار کے تحت تجارتی بینک طویل المیعاد قرضوں والے مالیاتی اداروں کے تعاون سے ایک کنسورشیم بناسکتے ہیں۔اس کنسورشیم کا کام یہ ہونا چاہئے کہ یہ صنعتی منصوبے پوری تفصیل کے ساتھ بنائے اور پھر اس ضمانت کے ساتھ ان منصوبوں کا اعلان کرے کہ وہ ان کے لئے مطلوبہ مشینری فراہم کرے گا چنانچہ جو اس سے دلچسپی رکھتا ہو وہ درمیانی یا طویل مدت کے لئے رقم لے لے اور منصوبہ خرید لے۔کنسورشیم اس منصوبے کی ایک مخصوص

کردہ قیمت پہلے سے متعین کردے جس میں منصوبے کی لاگت اور کچھ نفع بھی شامل ہو۔ شرط یہ ہو کہ جو سب سے زیادہ دام لگائے گا اس کو منصوبہ فروخت کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ یہ رقم مختص شدہ قیمت سے زیادہ ہو لیکن کنسورشیم کو یہ حق ہو کہ وہ اگر سب سے زیادہ بولی دینے والے کو مستحکم فریق نہیں سمجھتا تو اس کی بولی مسترد کر کے دوسرے نمبر والے کو منصوبہ فروخت کر دے۔ معاہدے میں ایسی دفعات بھی شامل ہوں جن سے منصوبے پر مناسب مدت میں عمل درآمد یقینی ہو جائے اور خریدار کو بدعنوانیوں سے روکا جا سکے۔ بولی کی رقم خریدار مقرر کردہ مدت میں بالاقساط ادا کرے گا۔ وہ سرمایہ دار جو منصوبہ خریدے کنسورشیم کو پوری ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا۔ قطع نظر اس کے کہ اسے نفع ہوتا ہے یا نقصان۔ خیال رہے کہ اس طریقہ کار میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ موخر ادائیگی پر فروخت کی ایک شکل ہے جس میں کنسورشیم کے واجبات کی ادائیگی کے بعد ساری مشینری وغیرہ کی ملکیت خریدار کی ہوتی ہے۔

۱۔۱۵ معاشی نقطہ نظر سے اس طریقہ کار کا سب سے اہم فائدہ یہ ہوگا کہ خریدار صنعتی مشینری کی جو قیمت ادا کرے گا اس سے منصوبہ کی نفع بخشی کا بڑا عمدہ اظہار ہوگا جو وسائل کی موثر تخصیص وتعین کے لئے ضروری چیز ہے۔

(ہ) بیع مؤجل

۱۔۱۶ بیع مؤجل کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ یہ خرید وفروخت کا ایسا معاملہ ہے جس میں شے متعلقہ کی قیمت فوری طور پر ادا کرنے کے بجائے کچھ عرصہ بعد یک مشت یا قسطوں کی صورت میں ادا کی جاتی ہے۔ یہ طریقہ صنعتی اور زرعی شعبوں کے علاوہ اندرونی اور بیرونی تجارت میں سرمائے کی فوری ضروریات کی تکمیل کے لئے بڑا مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بوری کھاد کی قیمت بنک کے لئے پچاس روپے ہے، لیکن بنک یہ کھاد سرمائے کے ضرورت مند کسانوں کو اپنے ایجنٹ کی معرفت پچپیس روپے فی بوری کے حساب سے فروخت کرے گا اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس کی قیمت ایک مقررہ مدت کے بعد ادا کریں گے۔ جب کہ بنک اپنے ایجنٹ کو پاس روپے فی بوری کے حساب سے قیمت اس وقت یا اس سے پہلے ادا کر دے گا جب کہ ایجنٹ، بنک کے حسب ہدایت، مال کسانوں کو مہیا کر دے گا۔ جہاں تک اندرونی اور بیرونی تجارت کا تعلق ہے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل طریق کار اپنایا جا سکتا ہے، کوئی تجارتی ادارہ کسی ملکی دکاندار یا صنعت کار سے اپنی مطلوبہ چیز خریدنے

یا درآمد کرنے کے لئے بنک سے قرض طلب کرتا ہے لیکن بنک اس کے درآمدی بل کی ادائیگی کرنے یا اسے رقم قرض دینے کے بجائے ،مذکورہ ادارے کے ساتھ معاہدے کے تحت،اس کی مطلوبہ چیز اپنے حساب میں خود خریدتا ہے یا درآمد کرتا ہے اور پہلے سے طے شدہ قیمت پر،جس میں اس شئے کے حقیقی اخراجات کے علاوہ بنک کا جائز منافع بھی شامل ہوگا،ادارہ مذکورہ کے ہاتھ فروخت کردے گا اور ادارہ اس شئے کی قیمت بعد میں ایک مقررہ وقت پر بنک کو ادا کرے گا۔

اگرچہ یہ طریقہ اسلامی شریعت کے مطابق ہے لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ خرید کردہ شئے متعلقہ ادارے کے حوالے کئے جانے سے پہلے بنک کے قبضے میں آئے۔تاہم اس شرط کی تکمیل کے لئے یہی کافی ہے کہ بنک نے جس ادارے سے مال خریدا ہو وہ اس مال کو بنک کے نام پر علیحدہ کردے اور پھر اس شخص کو دیدے جسے بنک نے اس سلسلے میں مجاز ومختار قرار دیا ہو۔اور اس میں وہ شخص بھی شامل ہوگا جس کے لئے مال خریدا گیا ہو۔

۱۔۷ اس طریق کار کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ نسبتاً آسان ہے اور کسی نقصان میں شرکت کا خطرہ مول لئے بغیر بنک کے مناسب منافع کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔سوائے اس کے کہ مال خریدنے والا دیوالیہ ہوجائے یا رقم کی ادائیگی میں ناکام رہے۔اگرچہ اسلامی شریعت کے مطابق سرمایہ کاری کے اس طریقے کا جواز موجود ہے تاہم بلا امتیاز اسے ہر جگہ کام میں لانا دانش مندی سے بعید ہوگا کیونکہ اس کے بیجا استعمال سے خطرہ ہے کہ سودی لین دین کے از سر نو رواج کے لئے چور دروازہ کھل جائے گا۔لہذا ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کی جانی چاہئیں کہ یہ طریقہ صرف ان صورتوں میں استعمال ہو جہاں اس کے سوا چارہ نہ ہو۔اس کے علاوہ اشیاء کی قیمت خرید پر بنک کے منافع کی شرح تعین کا بڑی احتیاط کے ساتھ کیا جانا چاہئے اور سختی کے ساتھ اس کی نگرانی ہونی چاہئے تاکہ من مانی کارروائیوں اور ایک نئی صورت میں سودی لین دین کے دوبارہ آغاز کے امکان کا سدباب ہوسکے۔لہذا اسٹیٹ بنک کی جانب سے ایسے ذیلی شعبوں اور اشیاء کی تخصیص وتعین کی جانی چاہئے جن کو''بیع مؤجل،،کی صورت میں سرمایہ فراہم کرنے کی اجازت ہو اور وقتاً فوقتاً اس فہرست پر نظر ثانی بھی ہوتی رہنی چاہئے۔سٹیٹ بنک عمومی حیثیت سے تمام شعبوں کے لئے یکساں یا ہر ذیلی شعبے اور شئے کے لئے علیحدہ علیحدہ بنک کے منافع کی زیادہ سے زیادہ حد کا تعین کرسکتا ہے اور ایسی دوسری پابندیاں عائد کرسکتا ہے جو بدعنوانیوں کی روک تھام کے لئے ضروری متصور ہوں۔

☆ دروضو کن بہ نیم من استنجا ☆ دار مردست ورونیمن را☆

ملکیتی کرایہ داری (Hire purchase)

۱۔۱۱۸یک محدود پیمانے پر اور صرف ان جگہوں پر جہاں معاشی نقطہ نظر سے اس کا جواز ہو، مشینری، ساز و سامان اور دیرپا استعمالی اشیاء کی خریداری کے لئے مالی وسائل فراہم کرنے کے لئے ملکیتی کرایہ داری کا ایک طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اس میں بنک مشترکہ ملکیت کی بنیاد پر سامان کی خرید کے لئے روپیہ فراہم کریں گے۔ اور ضمانت طلب کریں گے۔ اس کے معاوضے میں بنک کو اصل زرکی واپسی کے علاوہ اس کے کرائے میں بھی حصہ دیا جائے گا۔ کرایہ کے تعین کے وقت فرسودگی کی چھوٹ دی جائے گی۔ اور یہ بھی دیکھا جائے گا کہ مجموعی سرمایہ میں بنک کے سرمایہ کا تناسب کیا ہے؟ کرایہ والی اشیاء کے بیمہ کے مصارف بھی دونوں فریق اپنے اپنے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم کریں گے۔ البتہ اس کی ایسی ٹوٹ پھوٹ یا تبدیلی جس کی پہلے سے باضابطہ پیش بینی کی جاسکتی ہو، بنک کے حصہ ملکیت کی حد تک بنک کے ذمہ اور باقی مرمت فریق ثانی کے ذمہ ہوگی۔

(ز) عمومی شرح منافع پر سرمائے کی فراہمی

۱۔۱۱۹س طریقے کے تحت ایک خصوصی سرکاری ایجنسی قائم کی جائے گی یہ ایجنسی طے کرے گی کہ کس صنعت یا کاروبار میں عام طور سے کتنا نفع ہوتا ہے۔ بنک کاروباری لوگوں کو رقم فراہم کریں گے اور کاروباری حضرات اتنا منافع ادا کرنے کا یقین دلائیں گے۔ اب اگر کاروبار میں اصلی منافع اس عمومی شرح سے زیادہ ہو تو کاروباری حضرات کا فرض ہوگا کہ وہ خود اس میں بنک کو مزید نفع ادا کریں۔ لیکن اگر نفع کم ہو یا خسارہ ہو تو رقم لینے والا سرکاری ایجنسی کے اطمینان میں شریک ہو جائے گا۔ اس طریق کار میں فائدہ یہ ہوگا کہ بنک کو حسابات کی جانچ پڑتال کے جھمیلے میں نہیں پڑنا پڑے گا۔ اور دھوکے بازی کا امکان مسدود ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک فائدہ یہ ہوگا کہ اس طرح چھوٹے چھوٹے تاجروں اور چھوٹی صنعتوں کو رقم فراہم کرنا آسان ہوگا۔ کیونکہ یہ لوگ بالعموم اس قابل نہیں ہوتے کہ ٹھیک ٹھیک حسابات رکھ سکیں۔

کونسل کی رائے ہے کہ اگرچہ اس میں خالص فقہی نقطہ نظر سے کوئی خرابی نہیں ہے۔ کیونکہ اس طریق کار میں حقیقتاً اوسط شرح منافع کاروبار کی بنیاد نہیں ہے بلکہ اگر مدت شرکت کے اختتام پر نفع کی کمی یا زیادتی ثابت ہو جائے تو نفع ونقصان کی تقسیم اس کی بنیاد پر ہوگی۔ لیکن کونسل یہ سمجھتی ہے کہ اگر اس

طریقہ کار کو وسعت دی گئی تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ یہ رفتہ رفتہ خالص سود کے رواج کا سبب بن جائے گا۔ کیونکہ اگر حقیقی منافع اوسط شرح منافع سے زیادہ ہوگا تو موجودہ معاشرے میں ہرایک سے یہ توقع رکھنا غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی کہ وہ زائد منافع رضا کارانہ طور پر دے دے گا۔ اور اگر حقیقی منافع عمومی شرح منافع سے کم ہو تو بسااوقات تاجر کے لئے اسے ثابت کرنا مشکل ہوگا۔ چنانچہ دونوں صورتوں میں اغلب یہی ہے کہ حقیقی منافع سے قطع نظر یہ عمومی شرح ہی کاروبار کی بنیاد بن جائے گی۔ اور رفتہ رفتہ اس میں اور متعین شرح سود میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ لہذا کونسل یہ سفارش کرتی ہے کہ اس طریق کار کو بہت محدود پیانے پر صرف ناگزیر ضرورت کے وقت استعمال کیا جائے، اور اسے صرف ان چھوٹے تاجروں کو سرمایہ فراہم کرنے کے لئے مخصوص کردیا جائے جن کے اثاثے کم مالیت کے ہوں اور جن کے لئے باضابطہ اکاؤنٹ رکھنا اور آڈٹ کرانا ممکن نہ ہو۔ اس کے علاوہ مذکورہ سرکاری ادارے کے لئے ضروری ہوگا کہ معاشی تبدیلیوں کے پیش نظر وقتاً فوقتاً عمومی منافع پر نظر ثانی کرتا رہے اور نظر ثانی شدہ منافع کا اعلان کرتا رہے تاکہ متعلقہ فریقوں کو فرداً فرداً اور بار بار دوڑ دھوپ نہ کرنی پڑے۔ (جاری ہے)

رفیق الخطباء والعلماء والطلباء

تالیف: مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب

صفحات ١٧٦ قیمت ٢٠٠ روپے

ناشر: جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم گلستانِ جوہر ١٥ کراچی

فون 0300-9244269,021-34619190